Vol. 2 No.1 2019

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

شرائط طلاق کے لغوی وادبی اعتبارات

تفسیر احکام القرآن (تھانوی) اور تفسیر نمونہ کا تقابلی جائزہ

“Literature review of Divorce : A comparative overview of Tafseer Ahkam-ul-Quran (Thanvi) and Tafseer-e-Namoona”

[1] سمیرا شریف، [2] پروفیسر حماد لکھوی

Abstract:

Family life is a significant element of society that is originated by Nikah (wedlock). It is such a strong and long lasting contract that any act which may likely become an obstacle in its eternity has been warned by Sharia and provided special instructions to life partners to avoid such acts, that's why divorce has been considered the most unacceptable act in right actions of Islam. Islam also provides the terms and conditions of divorceto individuals for getting rid of this bond in case of conflicts and clashes. In this research paper the terms, types and orders related to divorce will be elaborated in the light of two prominent Tafa'seer (exegesis) of Qur'an "Ahkam ul Qur'an(Thanvi) written on urge of Mualana Ashraf Ali Thanvi by five excellent scholars of subcontinent extracting rules from Qur'an in the light of directions by Hanfi sect.The second one is written in Persian by ten scholars under the supervision of Nasir Mukarim Sherazi in Iran according to Jafri sect. Terms and conditions related to divorce will be compared in the light of these two Tafaseer (exegesis). The study will provide an overview of divorce method according to Sunnah in the light of two different school of thought.

Keywords: Divorce, Terms and conditions,Ahkam-ul-Quran, Tafseer-e-Namoona

دین اسلام ہی وہ واحد فطری اور عالمگیر مذہب ہے جو انسان کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، خواہ ان کا تعلق معیشت سے ہو یا سیاست سے، معاشرے سے ہو یا خاندان سے، انفرادی ہو یا اجتماعی، غرضیکہ دین اسلام ہر موڑ پر انسان کی رہنمائی کرنے کی کمال صلاحیت رکھتا ہے۔ خاندان اسلامی معاشرے کی ایک بنیادی اکائی شمار ہوتا ہے۔ اگر خاندان کا ادارہ مضبوط ہو گا تو اس پر قائم اسلامی معاشرہ بھی قوی اور مستحکم ہو گا اور اگر خاندان کا ادارہ ہی کمزور ہو تو اس پر قائم معاشرہ بھی کمزور ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ عائلی معاملات کے سلسلے میں بھی اسلام نے مکمل رہنمائی فراہم کی ہے۔ شریعت اسلامیہ کے عائلی قوانین میں نکاح وطلاق کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ شریعت اسلامیہ میں نکاح کے ساتھ ساتھ طلاق کے مسائل کو بھی تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ طلاق کے باعث وجود میں آنے والا خاندان بکھر جاتا ہے۔ لیکن طلاق کا اطلاق کب کیا جائے گا؟ کیسے کیا جائے گا؟ اس سے متعلق متعدد مسائل ہیں۔ اس عنوان پر بہت سے مفسرین نے قلم اٹھایا، کتبِ فقہ میں بھی اس سے متعلقہ مسائل بیان کئے نیز یہ کہ فتاوی بھی جاری کئے گئے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس میں مختلف مسالک کے درمیان اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ کبھی یہ اختلاف طلاق دینے کے طریقہ میں پایا جاتا ہے بعض اوقات یہ اختلاف تعددِ طلاق کے احکام میں پایا جاتا ہے یا یہ کہ مسنون طریقہ طلاق میں بھی اختلاف موجود ہے۔ اس مضمون (آرٹیکل) میں طلاق کے مسائل واحکام کو دوایسی تفاسیر کی روشنی میں بیان کی جائے گا جس میں ایک فقہ حنفی سے اخذ کردہ مسائل کی نمائندہ تفسیر ہے جب کہ دوسری شیعہ مکتبۂ فکر کی نمائندہ تفسیر ہے۔

پی ایچ ڈی، شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ڈین فیکلٹی، شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Vol. 2 No.1 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

قرآنی آیات سے مستنبط مسائل واحکام پر مشتمل کتب کی تالیف کا آغاز تیسری صدی ہجری میں ہوا اور سب سے پہلی کتاب اس موضوع پر امام شافعی کی تھی [1]۔ برّصغیر میں احکام القرآن (تھانوی) لکھنے کی کاوش اس وجہ سے شروع کی گئی کہ فقہ حنفی سے استنباط احکام کا ایک مکمل ذخیرہ جمع ہو جائے۔ مولانا اشرف علی تھانوی ایک بہترین محقق اور عالم ہیں جو علم کی دنیا میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان کی خواہش تھی کہ کوئی ایسی تفسیر مرتب کی جائے جس میں فقہ حنفی کی روشنی میں آیات قرآنیہ سے استنباط مسائل کئے جائیں۔ لیکن ضعف بصارت اور علالت کے باعث وہ خود یہ کام سرانجام نہ دے سکے اور برّصغیر کے چار جیّد علمائے کرام مولانا ظفر احمد عثمانی (مولانا ظفر احمد عثمانی اپنے حصہ کی تکمیل نہ کر سکے تو ان کے بقیہ حصہ کی تفسیر مفتی عبدالشکور ترمذی نے کی)، مفتی جمیل احمد تھانوی، مفتی محمد شفیع اور مولانا ادریس کاندھلوی کے سپرد کر دیا۔ تفسیر نمونہ اہل تشیع کی نمائندہ تفسیر ہے جو کہ ایران کے دس علمائے کرام نے ناصر مکارم شیرازی کی نگرانی میں اصلاً (فارسی) زبان میں مکمل کیا۔ یہ جدید اور عام فہم تفسیر ہے۔ جس کا اردو اور عربی زبان میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ احکام القرآن اور تفسیر نمونہ کی روشنی میں جو احکام طلاق بیان کئے جائیں گے وہ بالترتیب فقہ حنفی اور فقہ جعفری کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ اس آرٹیکل میں احکام القرآن میں موجود بحث کو مبحث اوّل اور تفسیر نمونہ میں موجود بحث کو مبحث ثانی کے عنوان سے بیان کیا جائے گا۔

طلاق کی شرائط

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا[2]

اے پیغمبر! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں عدت کے حساب سے طلاق دو اور پھر عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ تمہارا پروردگار ہے اور خبردار انہیں ان کے گھروں سے مت نکالنا اور نہ وہ خود نکلیں جب تک کوئی کھلا ہوا گناہ نہ کریں۔ یہ خدائی حدود ہیں اور جو خدائی حدود سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے ہی نفس پر ظلم کیا ہے تمہیں نہیں معلوم کہ شاید خدا اس کے بعد کوئی نئی بات ایجاد کر دے۔

مبحثِ اول:

مولانا ادریس کاندھلوی نے احکام القرآن (تھانوی) میں سورہ طلاق کی ان آیات کے ذیل میں طلاقِ سنت کی شرائط سے متعلق لکھا ہے:

ان طلاق السنۃ من وجھین:
أحدھما :فی الوقت و ھو أن یطلقھا طاھراً من غیر جماع أو حاملاً قداستبان حملھا،
والأخر من جھۃ العدد و ھو أن لایزید فی الطھر الواحد علی تطلیقۃ واحدۃ،والوقت مشروط لمن یطلق فی العدۃ،لأن من لا عدۃ علیھا بأن کان طلقھا قبل الدخول[3]

طلاق سنت دینے کے دو پہلو ہیں: ایک تو وقت کا پہلو ہے۔ وہ یہ کہ حالتِ طہر میں طلاق دے جس کے اندر ہم بستری نہ ہوئی ہو یا حمل کی حالت میں طلاق دے جب کہ حمل ظاہر ہو چکا ہو۔ دوسرا پہلو طلاق کی تعداد کا ہے وہ یہ کہ ایک طہر میں ایک سے زائد طلاق نہ دے۔ وقت کی شرط اس شخص کے لیے ہے جو عدت میں طلاق دے رہا ہو، کیونکہ جس عورت پر عدت واجب نہیں ہوتی مثلاً ایسی عورت جسے اس کے خاوند نے دخول سے پہلے ہی طلاق دی دی ہو۔

مبحثِ دوم:

صاحبِ تفسیر نمونہ طلاق سے متعلق آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس کی شرائط پر روشنی ڈالتے ہیں۔

"اِس سے مراد یہ ہے کہ صیغہ َطلاق ایسے زمانہ میں جاری کیا جائے جب عورت اپنی ماہانہ عادت سے پاک ہو گئی ہو اور اپنے شوہر سے اس کی نزدیکی نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ سورہ بقرۃ کی آیت ۲۲۷ کے مطابق عدت طلاق ثلاثۃ قروء (تین مرتبہ پاک ہونے) کی مقدار میں ہونی چاہیے۔ اب یہاں تاکید ہے کہ طلاق عدّت کے آغاز کے ساتھ ہو. اور یہ صُورت میں ممکن ہے کہ جب طلاق پاکیزگی کی حالت میں اختلاطِ جنسی کے بغیر متحقّق ہو۔ اگر طلاق

حیض کے زمانہ یں واقع ہو جائے تو عدّت کے زمانہ کا آغاز ،طلاق کے آغاز سے جُدا ہو جائے گا ۔اور عدّت کا آغاز پاک ہونے کے بعد ہو گا۔ ۔۔یہ طلاق کی پہلی شرط ہے"[4]

مولانا مکارم شیرازی کے نزدیک طہر کی حالت میں طلاق دینا شرط ہے۔ان کے نزدیک بحالتِ حیض طلاق واقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ تفسیرِ نمونہ میں لکھا ہے کہ

متعدّد روایات میں پیغمبر گرامی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے نقل ہُوا ہے کہ :جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کی ماہانہ عادت میں طلاق دے تو اس طلاق کی پروا نہیں کرنی چاہیے اور پلٹ آنا چاہیئے، یہاں تک کہ عورت پاک ہو جائے اس کے بعد اگر وہ طلاق دینا چاہتا ہے تو دے دے۔[5]

ابو جعفر سے ایک روایت موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ جس نے ایک مجلس می تین طلاقیں دی یا حالت حیض می طلاق دی تو اس کی طلاق طلاق نہیں ہے۔[6]

مولانا ادریس کاندھلوی کے نزدیک طلاق کی دو شرائط ہیں : ایک یہ کہ حالت طہر میں طلاق دے یا حمل کی حالت میں جب کہ حمل ظاہر ہو چکا ہو۔دوسری یہ کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے۔صاحب تفسیر نمونہ کے نزدیک پہلی شرط یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق نہیں ہوتی اور دوسری یہ کہ ایسے طہر میں طلا ق ہونی چاہئے جس میں صحبت نہ ہوئی ہو۔ناصر مکارم شیرازی نے حالت طہر میں طلاق دینے کو شرط قرار دیا ہے کہ حالت حیض میں طلاق واقع نہیں ہوتی نہ ہی دینی چاہئے۔

گواہی قائم کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا[7]

پھر جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو یا ان کو دستور کے موافق (زوجیت میں) رکھ لو یا دستور کے موافق چھوڑ دو۔اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ بھی کرلو اور اللہ کے لیے گواہی پوری دو۔یہ نصیحت کی باتیں اس کو سمجھائی جاتی ہیں کہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا تو وہ اسی کے لیے مخلصی کی صورتبھی نکال دے گا۔

گواہی قائم کرنے میں ان دونوں تفاسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ایک گروہ کے نزدیک گواہی کا حکم رجوع کے لئے ہے جب کہ دوسرے کے نزدیک گواہی علیحد گی کے لئے ضروری شرط ہے۔

مبحثِ اول

مولانا ادریس کاندھلوی سورہ طلاق کی مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں امام ابو بکر جصاص کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

و قد روی عن عمران بن حصین ، وطاؤس ،و ابراهیم،وأبی قلابة :أنه اذا رجع و لم یشهد فالرجعة صحیحة ، ویشهد ذلک[8]

حضرت عمران بن حصینؓ،طاؤس،ابراہیم اور ابوقلابہ سے مروی ہے کہ شوہر اگر رجوع کرے اور گواہی قائم نہ کرے تو رجوع کا عمل درست ہو گا اور بعد میں گواہی قائم کرے گا۔

نیز ان کے نزدیک رجوع وطلاق شوہر کا حق ہے جو بغیر گواہی کے بھی درست ہو گا۔ابو بکر جصاص کے مطابق اللہ تعالیٰ نے شوہر کو رجوع کر لینے یا علیحد گی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے فوراً بعد گواہی قائم کرنے کا ذکر کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ رجوع کر لینے کی صورت میں اس کا رجوع درست ہو گا اور اس کے بعد گواہی قائم کر لینا درست ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گواہی قائم کرنے کو رجوع کے عمل کے ساتھ شرط قرار نہیں دیا۔نہ ہی اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ علیحد گی میں بھی گواہی قائم کرے۔

قَالَ أَبُو بَكْرٍ لَمَّا جُعِلَ لَهُ الْإِمْسَاكُ أَوْ الْفِرَاقُ ثُمَّ عَقَبَهُ بِذِكْرِ الْإِشْهَادِ كَانَ مَعْلُومًا وُقُوعُ الرَّجْعَةِ إذَا رَجَعَ وَجَوَازُ الْإِشْهَادِ بَعْدَهَا إذْ لَمْ يَجْعَلْ الْإِشْهَادَ شَرْطًا فِي الرَّجْعَةِ وَلَمْ يَخْتَلِفْ الْفُقَهَاءُ فِي أَنَّ الْمُرَادَ بِالْفِرَاقِ الْمَذْكُورِ فِي الْآيَةِ إنَّمَا هُوَ تَرْكُهَا حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَأَنَّ الْفُرْقَةَ تَصِحُّ وَإِنْ لَمْ يَقَعْ

Vol. 2 No.1 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

الْإِشْهَادُ عَلَيْهَا وَيُشْهِدُ بَعْدَ ذَلِكَ وَقَدْ ذَكَرَ الْإِشْهَادَ عَقِيبَ الْفُرْقَةِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ شَرْطًا فِي صِحَّتِهَا كَذَلِكَ الرَّجْعَةُ وَأَيْضًا لَمَّا كَانَتْ الْفُرْقَةُ حقا[9]

اس سے ظاہر ہے صاحب تفسیر احکام القرآن کے نزدیکا گر گواہی کے بغیر طلاق دے دی جائے تو درست واقع ہو گی کیونکہ یہ شوہر کا حق ہے۔اور رجوع میں بھی گواہی قائم کرنا ضروری نہیں لیکن کسی قسم کے شک وشبہ سے بچنے کے لیے گواہی قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مبحثِ دوم:

صاحبِ تفسیرِ نمونہ طلاق میں گواہ بنانے کی شرط پر مندرجہ بالا آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ گواہ بنانے کی حکمت و معارف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

تم طلاق اور جدائی کے وقت اپنے (مسلمانوں) میں سے شاہد گواہ بنالو :(وَاَشْہِدُ واذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُم) ۔تاکہ اگر آئندہ کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو طرفین میں سے کوئی انکار نہ کر سکے۔[10]

مولانا مکارم شیرازی کے نزدیک طلاق کے لیے گواہی شرط ہے مگر رجوع کے لیے شرط نہیں ہے۔ چنانچہ صاحبِ تفسیرِ نمونہ کے نزدیک یہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔لکھتے ہیں:

بعض مفسّرین نے یہ احتمال دیا ہے کہ گواہ بنانا طلاق کے سلسلہ کے ساتھ ساتھ رجوع کرنے کے سلسلہ میں بھی ہے . لیکن چونکہ رجوع بلکہ تزویج کے وقت بھی گواہ بنانا قطعاً واجب نہیں ہے، لہٰذا اس بناء پر اگر ہم فرض کر بھی لیں کہ اوپر والی آیت رجوع کو بھی شامل ہے تو یہ اس سلسلہ میں مستحب حکم ہوگا۔[11]

اس طرح وسائل الشیعہ میں امام جعفر سے مروی ہے کہ جس نے دو عادل گواہ طلاد دیتے وقت مقرر نہ کئے تو ان کی طلاق نہیں ہوئی۔[12]

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ صاحبِ تفسیرِ نمونہ کے نزدیک گواہی طلاق کی صحت کے لیے شرط ہے جبکہ رجوع کے لیے مستحب ہے۔

صاحب تفسیر احکام القرآن کے نزدیک اگر گواہی کے بغیر طلاق دے دی جائے تو درست واقع ہو گی کیونکہ یہ شوہر کا حق ہے۔ نیز رجوع کی صورت میں بعد میں کسی قسم کے شک وشبہ سے بچنے کے لئے گواہی قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ مولانا ظفر احمد عثمانی رجوع میں بھی گواہی کے قائل نہیں ہیں۔ان کے مطابق رجوع واقع ہو جائے گا اور شوہر بعد میں گواہی قائم کرلے۔جمہور کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ گواہوں کے بغیر رجوع درست ہے۔

الطلاق مرّتان کی حکمت

مبحثِ اول:

اسلام نے طلاق کی تعداد معین کر دی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں طلاق کی کوئی تعداد متعین نہیں تھی، لوگ جتنی مرضی طلاقیں دیتے یا طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے پھر رجوع کر لیتے، اسی طرح طلاق ورجوع کا یہ سلسلہ سینکڑوں بار ہوتا، کبھی عورت کو اذیّت دینے کی غرض سے اسے اس طرح سے معلق رکھا جاتا۔اسلام نے اس ظالمانہ طریقہ طلاق کو ختم کر کے طلاق کی تعداد متعین کر دی کہ صرف دو طلاقوں کے بعد رجوع کا حق ہو گا، تیسری طلاق دینے کے بعد میاں بیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حرام ہو جائیں گے۔ اگر طلاق دینے کے بعد اصلاح احوال کی اُمید ہو تو رجوع کرنا چاہیے، بصورت دیگر خوش اُسلوبی کے ساتھ جدا ہو جانا چاہیے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی بھی اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کی حکمت و پس منظر میں تفسیر احکام القرآن میں یہی بیان کرتے ہیں۔[13]

جبکہ مولانا شیرازی تفسیر نمونہ میں اس کی حکمت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

عدت اور رجوع کا قانون خاندانوں کی اصلاح اور جدائی کو روکنے کے لیے ہے لیکن اسلام لانے والے نئے مسلمان اس سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے اور بیوی کو تکلیف اور سختی پہنچانے کے لیے پے در پے طلاق دیتے اور عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتے۔اس طرح وہ عورت پر سختی کرتے اور اُسے مصیبت میں مبتلا رکھتے۔ زیر بحث آیت اس غیر انسانی فعل کو روکتی ہے۔[14]

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

اللہ تعالیٰ نے طلاق مرتان میں دو طلاقوں کی قید لگادی تاکہ زمانہ جاہلیت کے دستور سے بچا جاسکے۔ لیکن یہاں پر دو طلاقوں سے کیا مراد ہے ا س لحاظ سے دیکھا جائے تو اس سے ہمیں طلاق کی اقسام کے بارے معلوم ہوتا ہے۔ یعنی طلاق رجعی اور طلاق بائن۔ کیونکہ اس آیت میں حکم د یا گیا ہے فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ کہیا اسے احسن طریقہ سے رکھ لو یا چھوڑ دو۔ مفسرین کرام نے اس آیت کی روشنی میں طلاق رجعی اور بائن کو بیان کیا ہے۔ اگر احسن طریقے سے رکھے گا تو رجوع کرلے گا اگر چھوڑنے کے بارے میں سوچے گا تو رجو ع نہیں کرے گا۔ جب کوئی شخص طلاق رجعی میں دوران عدت رجوع نہیں کرتا تو یہ طلاق بھی طلاق بائن ہو جاتی ہے جس میں نکاح زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن مرد طلاق رجعی دے یا طلاق بائن قرآن پاک میں احسن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے فیصلہ کیا جائے اور ظلم و ستم سے بچا جائے۔

اقسام طلاق

الف) طلاقِ رجعی

طلاق رجعی سے مراد وہ طلاق ہے جس میں دوران عدت شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ طلاقِ رجعی اور اس کی عدت سے متعلق ارشاد باری تعالی ہے:

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ[15]

اور اس (عدت کے) دوران ان کے شوہر ان کو واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں بہ شرط یہ کہ وہ تعلقات درست رکھنا چاہیں۔

مبحثِ اول:

طلاق رجعی کے جو احکام احکام القرآن میں بیان ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ طلاق رجعی کے بعد شوہر پر بیوی سے صحبت حرام نہیں ہے۔

۳۔ عدت گزرنے کے بعد عورت مرد کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔

۳۔ دوران عدت اسقاط حمل جائز نہیں۔

صاحب تفسیر احکام القرآن کے نزدیک طلاق رجعی کے دوران شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے لیکن عدت کے بعد بغیر نکاح جدید کے رجوع نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ شوہر رجوع کرنا چاہے اور عورت انکار کرے تو شوہر کا رجوع معتبر ہو گا عورت کا انکار نہیں۔ حتیٰ کہ طلاق رجعی کے بعد شوہر رجوع کر ناچاہے اور کوئی اجنبی اس عورت سے نکاح کا خواہشمند ہو تب بھی شوہر زیادہ حق دار ہے کہ وہ رجوع کرے۔ مولانا ظفر احمد عثانی لکھتے ہیں:

ای بعولتهن آحق برجعتهن فی آیام العدة لا بعدها من غیر نکاح ، و معنی کونه آحق بردها آن الرجل اذا آراد الرجعة و آبتها المرآة وجب ایثار قوله علی قولها وکان آحق منها۔ لا آن لها حقا فی الرجعة۔ و یجواز آن یکون الآحقیة باعتبار غیره من الرجال آی الزوج القدی م آحق بهذه المطلقة بآن یردها الی الحال الآولی من غیره[16]

رجوع چونکہ دوران عدت ہوتا ہے اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ اس لئے اسلام میں طلاق دینے کی شرائط میں ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دینی چاہئے جس میں قربت حاصل نہ کی ہو یا حمل کی حالت میں جب کہ حمل ظاہر ہو چکا ہو۔ اور ہر طہر میں ایک طلاق دینے کا حکم بھی اسی لئے دیا گیا تاکہ اگر حمل ہے تو ظاہر ہو جائے اسلام چونکہ وراثت وغیرہ کے معاملات اور نسبی تعلقات کو مشتبہ نہیں بنانا چاہتا اس لئے جس باپ کا بچہ ہے وہ واضح کرنے کے لئے ایسے احکامات دیئے ہیں۔ اور اگر عورت اسقاط حمل کرے ظاہر نہ کرے تو عدت اور اولاد دونوں کے معاملات مشتبہ ہو سکتے ہیں۔ بعض اوقات عورت اس لئے بھی اسقاط حمل کر تی ہیں کہ شوہر کے رجوع کا حق جلد ختم ہو جائے۔ کیونکہ عدت کے گزرتے ہی رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے اور نکاح بھی زائل ہو جاتا ہے۔[17] اس کے بعد اگر مرد اور عورت دوبارہ زندگی کا آغاز کرنا چاہیں تو نکاح جدید کرنا پڑے گا۔

مبحث ثانی

تفسیر نمونہ میں طلاق رجعی کے احکام کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے:

Vol. 2 No.1 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

جب عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہے تا کہ اگر وہ چاہے تو بلا تکلف اپنی بیوی کے ساتھ اپنی زندگی جاری رکھ سکتا ہے۔البتہ آیت نے اراد واصلاحا کی قید لگائی ہے اور اس سے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ حکم یک طرفہ نہ ہو۔یعنی ایسا نہ ہو کہ مرد آزادانہ بلا شرط حق رجوع رکھتا ہو اور چاہے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی طاقت سے غلط فائدہ اٹھاتا رہے۔[18]

اسقاط حمل کے حوالے سے مولانا شیرازی لکھتے ہیں:

ان یکتمن ما خلق اللہ۔۔۔۔یہ جملہ دو مفاہیم دیتا ہے ایک بچے کے حمل کو چھپانا اور دوسرا ماہواری کی عادت کو پوشیدہ رکھنا یعنی اگر عورت حاملہ ہے تو اسے اپنا حمل چھپاتے ہوئے عدت کی مدت کم کرنے کے لئے یہ دعویٰ نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ماہواری کے ایام میں ہے (کیونکہ حاملہ عورت کی عدت تو وضع حمل ہی ہے) اور اس طرح پاک ہونے یا ماہواری کی عادت میں ہونے کے بارے میں بھی غلط بیانی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔[19]

طلاق رجعی میں دونوں تفاسیر میں اس بات پر اتفاق ہے کہ شوہر رجوع کر سکتا ہے لیکن صاحب تفسیر احکام القرآن (تھانوی) کے نزدیک اس میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے جب کہ مولانا مکارم شیرازی کے نزدیک یہ حکم یک طرفہ نہیں ہونا چاہیئے۔اس میں عورت کی رضامندی ضروری ہے۔اس کے علاوہ دونوں تفاسیر میں یہ بات بھی مشترک ہے کہ اسقاط حمل دوران عدت نہیں ہونا چاہیئے۔اسقاط حمل تو دوران عدت کے ساتھ مخصوص ہے چاہے وہ طلاق رجعی کی عدت ہو یا کوئی اور عدت جیسا کہ شوہر کی وفات کے بعد کی عدت یا طلاق بائن کی عدت۔

ب۔طلاق بائن

مبحث اوّل:

طلاق بائن سے مراد وہ طلاق ہے جس میں شوہر کو رجوع کا حق حاصل نہیں ہوتا۔طلاق رجعی کی عدت ختم ہو جائے اور شوہر رجوع نہ کرے تو وہ طلاق طلاق بائن ہو جاتی ہے۔اور پھر اگر شوہر اور بیوی صلح کرنا چاہیں تو نکاح کئے بغیر نہیں کر سکتے۔طلاق کا بائن ہونے میں صریح اور کنایہ الفاظ کا استعمال بھی ہو سکتا ہے۔خلع کے ذریعے ہونے والی طلاق بھی طلاق بائن ہے۔تفسیر احکام القرآن میں طلاق بائن کے موضوع پر تفصیلاً بحث ہیں کی گئی۔اس کی تفصیل فقہاء کی کتب میں موجود ہے۔ لیکن عدت کے حوالے سے بیا کیا گیا ہ

آباح الرجعۃ فی المرۃ والثنیتین ، وابانہا بالکلیۃ فی الثالثۃ[20]

اور (طلاق کی صورت میں) پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ رجوع کا جواز ہے جبکہ تیسری مرتبہ بالکل بائن ہونے کا حکم لگا دیا۔

مزید طلاق بائن کے حوالے سے احکام القرآن میں صرف اتنا حکم ملتا ہے کہ عورتعدت اپنے گھر (شوہر کے گھر) میں ہی گزارے گی۔ا

مبحثِ دوم:

تفسیر نمونہ میں طلاق بائن کے حوالے سے تفصیلات نہیں ملتی۔

طلاق دینے کا طریقہ کار

طلاق مغلظہ / طلاق ثلاثہ

مبحث اوّل

یکبارگی تین طلاقوں کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔بعض اہل علم کے نزدیک ایک وقت کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں اور اکثر احناف کا موقف وہی ہے جو احکام القرآن میں بیان ہوا ہے کہ ایک وقت میں تین طلاقیں دینا طلاق بدعی ہے اور ایسا کرنے والا گناہگار ہے۔لیکن تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی جب کہ اہل سنت کی ایک دوسری جماعت کا موقف یہ ہے کہ ایک وقت میں تین طلاقیں، طلاقیں بدعی ہیں اور اس کا مرتکب گناہگار ہو گا لیکن یہ تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوں گی۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

صاحب تفسیر احکام القرآن کے نزدیک تیں طلاقیں یکبارگی دینے سے وہ تین طلاقیں ہی شمار ہوں گی اوراس کے لئے وہ دلیل صحیح بخاری کی اس روایت سے دیتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین طلاقیں اکٹھی دینے سے بیوی تم پر حرام ہو جاتی ہے۔ [21]

عبدالرزاق اپنی مصنف میں لکھتے ہیں:

«مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا طُلِّقَتْ، وَعَصَى رَبَّهُ»[22]

ابن ابی شیبہ بھی اپنی مصنف میں یہی بیان کرتے ہیں۔[23] اکٹھی تین طلاقوں کے حوالے سے صریح روایت سنن نسائی میں موجود ہے۔ کہ ایک شخص نے جب رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ کہ کسی شخص نے ایک وقت میں تین طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں تو رسول اللہ ﷺ غصہ کی حالت میں فرمایا **أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ، وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ**[24]

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ تین طلاقوں کے عدم وقوع کے موقف کے حامل افراد اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ:أَتَعْلَمُ أَنَّمَا «كَانَتِ الثَّلَاثُ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَثَلَاثًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ»؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «نَعَمْ»[25]

جو جماعت یکبارگی تین طلاقوں کو ایک تسلیم نہیں کرتی ان کے مطابق یہی حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور تک تین طلاقوں کو ایک تسلیم کیا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں تین طلاقیں تسلیم کرنا شروع کر دیں اس کے بعد ہی یہ سب چلتا رہا۔اور مولانا عثمانی اس روایت کی وضاحت یہ کرتے ہیں: کہ طاؤس اپنی جلالت شان ،فضل و تقوی اور صلاح کے باوجود کثیر الخطاء تھے دوم یہ کہ علماء نے اس حدیث کے راوی ابوالصہباء سے متعلا کلام کیا ہے اسی لئے امام مسلم نے تو روایت لی ہے مگر امام بخاری نے ان سے روایت نہ لی۔ایک قول یہ کہ وہ ابن عباس کے موالی می غیر معروف ہیں۔ نیز بکثرت رواہ نے ابن عباس سے یہی نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو درس قرار دیا اور انہیں واقع قرار دیا۔ تیسرا یہ کہ اگر روایت کو سنداً درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ اس پر محمول ہو گا کہ اس میں طلاق سے لفظ "البتہ کے ذریعے واقع ہونے والی طلاق مراد ہے۔بتتہ کے ذریعے ہونے والی طلاق رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبرؓ کے عہد اور عمرؓ کے خلافت میں ایک طلاق شمار ہوتی تھی لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں تین طلاقوں کا ارادہ کیا جانے لگا چنانچہ عمرؓ نے تین نافذ کر دیا۔

شوافع کے نزدیک دو یا تین طلاقیں اکٹھی دینا حرام نہیں لیکن وہ استدلال حضرت عمرؓ والی حدیث سے نہیں کرتے بلکہ وہ عویمر عجلانی کے واقعۂ لعان سے سے استدلال کرتے ہیں کہ جب انہوں نے اپنی بیوی سے لعان کیا تو انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور ابھی رسول اللہ ﷺ نے انہیں لعان سے ہی حرمت واقع ہونے کی خبر نہیں دی تھی۔ کتاب الام میں لکھا ہے:

«وَطَلَّقَ عُوَيْمِرٌ الْعَجْلَانِيُّ امْرَأَتَهُ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ وَقَبْلَ أَنْ يُخْبِرَهُ أَنَّهَا تَطْلُقُ عَلَيْهِ بِاللِّعَانِ [26]

ان کے نزدیک اگر تین طلاقیں اکٹھی دینا حرام ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس سے ضرور منع کرتے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی اس کے جواب میں تفسیر احکام القرآن (تھانوی) میں اس کی دو وجوہات بیان کرتے ہیں۔یہ واقعہ ایک خاص حالت کا واقعہ ہے لہٰذا ممکن ہے یہ مستثنیات میں سے ہو۔ کیونکہ لعان کا معا ملہ بہت مشکل اور پیچیدہ معاملہ ہے جس میں شوہر کی غیرت سخت رد عمل کا تقاضا کرتی ہے لہٰذا اس کے سامنے تین طلاق کے واقعہ کو کمزور جان کر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا گیا۔دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ آیت مبارکہ "الطلاق مرتان کے نزول سے قبل کا ہے۔[27]

اکٹھی تین طلاقیں دینے کی ممانعت کی گئی ہے اس بات سے علمائے کرام متفق ہ یں۔ لیکن یکبارگی دی گئی تین طلاقوں کا حکم کیا ہو گا۔ آیا وہ تین شمار کی جائیں گی یا ایک۔ اس حوالے سے مولانا ظفر احمد عثمانی تین طلاقیں تسلیم نہ کرنے والوں کو مدلل جوابات دیتے ہوئے اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ یہ گناہ اور بدعت ضرور ہے لیکن یہ تین طلاقی ں تین ہی تسلیم کی جائیں گی اور اس ساری بحث کے آخر میں احکام القرآن علامہ جصاص سے اس کا حکم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"و قد كنا نقول بأن غيره ليس بمشروع لولا تظاهر الأخبار والآثار و انعقاد الاجماع من الأمة بأن من طلق طلقتين أو ثلاثا أن ذلك لازم لہ۔۔۔ ف أما مذهب ابى حنيفة فى انہ حرام فلا معنى للاشتغال بہ ههنا،فانہ متفق معنا على لزومہ اذا وقع انتهى"[28]

Vol. 2 No.1 2019

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

اور ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ طلاق کے (سنت طریقہ) کے خلاف کوئی طریقہ مشروع نہیں ہے۔اگر اس امر پر اخبار و آثار اور روایات کثیر تعداد میں نہ ہوتیں اور امت کا اجماع نہ ہوتا کہ جس نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیں وہ اس پر لازم ہو جاتی ہیں۔جہاں تک امام ابو حنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام ہے تو اب یہاں اس سے بحث کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے وہ ہمارے ساتھ متفق ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی دینا(حرام ہونے کے باوجود) لازم ہو جاتی ہیں۔

مزید ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ أنماعداہمنالجمعوالطلاقفیالحیضبدعۃ"[29] ایک وقت میں طلاق دینا اور حیض میں طلاق دینے بدعت ہے۔ لیکن دونوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی تسلیم کی جائیں گی۔

مبحثِ دوم:

صاحب تفسیر نمونہ بھی طلاق ثلاثہ کو حرام قرار دیتے ہیں مگر صاحب تفسیر احکام القرآن کے برعکس ان کے نزدیک تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں۔صاحبِ تفسیرِ نمونہ رقم طراز ہیں:

"الطلاق مرتان" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو یا تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں انجام نہیں پا سکتیں اور چاہیے کہ وہ متعدد مواقع پر واقع ہوں۔ خصوصاجب تعدد طلاق کا مقصد یہ ہے کہ رجوع کا زیادہ موقع مل سکے اور شاید پہلی کشمشی کے بعد صلح وصفائی برقرار ہو جائے اور اگر پہلی مرتبہ صلح وآشتی نہ ہو سکے تو شاید دوسری مرتبہ ہو جائے۔لیکن ایک ہی موقع پر متعدد طلاقوں سے یہ راستہ بالکل مسدود ہو جاتا ہے اور میاں بیوی ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور اس طرح تعدد طلاق عملی طور پر بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔[30]

اہل تشیع کے مطابق یک بار گی تین طلاقیں نافذ نہیں،اور یہ حرام ہے۔صاحبِ تفسیر نمونہ بھی اپنے اس بیان کے لئے حضرت عمرؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو کہ اوپر بیان کی جا چکی ہے مزید وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اہل سنت کے ہاں متفق علیہ نہیں رہا اور اہل سنت کے بہت سے علماء نے دیگر علماء سے اختلاف کرتے ہوئے شیعہ نقطہ نظر کو انتخاب کیا ہے۔چنانچہ وہ جامعہ الازہر کے سابق رئیس اور اہل سنت کے مفتی اعظم شیخ محمود شلتوت کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

میں ایک عرصہ تک مشرق کے کالج میں مذاہب کی تحقیق اور ان کے درمیان موازنہ ومقایسہ میں مصروف رہا۔کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ میں کئی ایک مسائل میں مختلف مذاہب کی آراء ونظریات کی طرف رجوع کرتا بہت سے مقامات پر میں نے شیعہ مذہب کے استدلالات کو محکم اور استوار دیکھا تو ان کے سامنے جھکا اور میں نے ان میں شیعہ نظریے کو انتخاب کر لیا۔۔۔ایک ہی مجلس کی تین طلاقیں اہل سنت کے چاروں مذاہب میں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔لیکن شیعہ امامیہ عقیدے کے مطابق وہ ایک سے زیادہ طلاقیں شمار نہیں ہوتیں اور چونکہ واقعاقانون کی نظر (اور ظاہر آیات قرآن کی نظر) سے اہل سنت کا نظریہ فتوے کی حیثیت سے اپنی قدر وقیمت کھو بیٹھا ہے۔[31]

طلاقِ ثلاثہ تسلیم کر لینے سے صلح بین الزوجین کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔جبکہ شریعت کا مقصد رجوع کی مدت کے ذریعے زوجین کو اصلاح کے مواقع فراہم کرنا ہے۔اس لئے اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کو مکارم شیرازی ایک ہی طلاق مانتے ہیں اور حالت حیض میں دی جانے والی طلاق کو بدعت قرار دینے کے ساتھ تسلیم نہیں کرتے۔جب کہ صاحب تفسیر احکام القرآن کے نزدیک اگرچہ طلاق ثلاثہ کا اقدام اور حالت حیض میں دی جانے والی طلاق ناجائز اور بدعت ہے،تاہم اپنی تاثیر کے لحاظ سے یہ مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے۔

مسنون طریقہء طلاق

مبحث اوّل

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

طلاق دینے کا مسنون اور حسن طریقہ یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دی جائے۔ طلاق حسن کے حوالے سے مولانا ظفر احمد عثمانی امام جصاص سے نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

أَحْسَنُ الطَّلَاقِ أَنْ يُطَلِّقَهَا إِذَا طَهُرَتْ قَبْلَ الْجِمَاعِ ثُمَّ يَتْرُكَهَا حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا طَلَّقَهَا عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ وَاحِدَةً قَبْلَ الْجِمَاعِ[32]

طلاق کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ عورت جب حیض سے پاک ہو جائے تو اس سے جماع سے پہلے ہی اسے ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جائے۔ اور اگر وہ تین دینا چاہے تو ہر طہر میں ایک طلاق جماع سے قبل دیدے (یہ صورت طلاق حسن کی ہے۔

مزید ابن عمرؓ کی روایت بیان کرتے ہیں:

«إِنَّمَا السُّنَّةُ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الطُّهْرَ اسْتِقْبَالًا فَتُطَلِّقَهَا لِكُلِّ طُهْرٍ تَطْلِيقَةً[33]

کچھ علمائے کرام تین طہروں میں تین طلاقیں دینا مکروہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک طہر میں قبل الجماع ایک طلاق دینی چاہیئے۔ لیکن عدت پوری ہونے کے بعد دوسری طلاق دینی چاہیئے۔

"طلاق السنۃ أن یطلقها فی طهر قبل الجماع تطلیقہ واحدة ۔ویکرهون أن یطلقها ثلاثا فی ثلاثہ أطهار، لکنہ ان لم یرد رجعها ترکها حتی تنقضی عدتها من الواحدة۔"[34]

لیکن اس میں بھی امام مالک اور دیگر بعض علماء کہتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ طہر میں قبل الجماع ایک طلاق دیدے۔ لیکن تین طہروں میں تین طلاقیں دینا مکروہ قرار دیتے تھے۔ البتہ وہ کہتے تھے کہ اگر رجوع کا ارادہ نہ ہو تو ایک طلاق دے کر اسے چھوڑ دے حتی کہ عدت گزر جائے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

طلاق السنۃ آن یطلقها فی طهر قبل الجماع تطلیقہ واحدة۔ و یکرهون آن یطلقها ثلاثا فی ثلاثہ اطهار، لکنہ ان لم یرد رجعها ترکها حتی تنقضی عدتها من الواحدة[35]

لیکن بحث کا حاصل یہ ہے کہ تین طہر میں تین طلاق دینا حسن طریقہ طلاق ہے۔

مبحثِ دوم:

چنانچہ تفسیرِ نمونہ میں طلاق کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے، اس میں واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک تین طہر عدت گذارنا ضروری ہے۔ تفسیرِ نمونہ میں ہے:

غور کے ساتھ ملاحظہ کیجیے کہ عورت تین مرتبہ اپنی پاکیزگی کے دن ختم کرے اور ماہانہ عادت دیکھے، جب تیسرا دورِ پاکیزگی ختم ہوا اور تیسری ماہانہ عادت میں داخل ہو تو اس کے ایّام عدّت کی مُدّت آخر کو پہنچی اور ختم ہُوئی۔ اگر اس امر میں غور نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ عدّت کا دور ضروری مقدار سے زیادہ شمار ہو جائے، اور عورت کے اصلی ہدف کی رعایت نہیں ہو گی کہ جو پہلے ازدواج کے حریم کی حفاظت اور انعقاد نطفہ کا مسئلہ ہے۔[36]

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب تفسیر احکام القرآن کے نزدیک طلاق سنت یہ ہے کہ تین الگ الگ طہر جن میں جماع نہ کیا ہو تین طلاقیں دے۔ جب کہ طلاق ثلاثہ دینا بدعت اور گناہ ہونے کے باوجود لازم ہو جاتی ہے۔ اور عورت مرد سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ یہ کراہت اور معصیت کا سبب ہے لہٰذا اسے طلاق مغلظہ بھی کہا جاتا ہے۔ چند علمائے کرام کے نزدیک ایک طلاق کی عدت مکمل ہو جانے کے بعد دوسری طلاق دی جائے یہ سنت طریقہ ہے۔ جب کہ ناصر مکارم شیرازی کے نزدیک ایک وقت میں دی جانے والی تین طلاقیں ایک ہی طلاق وقوع پذیر ہو گی ورنہ رجوع کا حق ختم ہو جائے گا۔

خلاصۂ بحث

نکاح ایک پائیدار شرعی معاہدہ ہے۔ جو چیز بھی اس معاہدے کے دوام اور بقا میں رکاوٹ بن سکتی ہے، شریعت نے اس پر متنبہ کر کے زوجین کو خاص احکامات دیے ہیں۔ سخت ضرورت کے بغیر اس کو ختم کرنا اسلامی منشا کے خلاف ہے۔ لیکن اگر مرد و عورت نباہ نہ کر سکیں تو اسلام انہیں زبردستی باندھ کر رکھنے پر اصرار نہیں کرتا اور طلاق کو ابغض الحلال قرار دیتے ہوئے اسلام نے اس کے اصول و ضوابط تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اس مقالہ (آرٹیکل) میں طلاق کے اصول و ضوابط پر دو تفاسیر کے حوالے سے روشنی ڈالتے ہوئے شرائطِ طلاق، گواہی، اقسامِ طلاق اور مسنون طریقہء طلاق پر بحث کی گئی ہے۔ طلاق کی شرائط کے لحاظ سے دیکھا جائے تو صاحب احکام القرآن کے نزدیک طلاق کی دو شرائط ہیں جن میں سے ایک یہ کہ حالتِ طہر میں

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

قبل الجماع طلاق دی جائے۔اس پر صاحب احکام القرآن اور تفسیر نمونہ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ جبکہ صاحب احکام القرآن دوسری شرط یہ بیان کرتے ہیں کہ حالت حمل میں اگر طلاق دینی ہو تو وہ تب دی جائے جب حمل واضح ہو جائے۔جب کہ مکارم شیرازی کے نزدیک حالت حیض میں طلاق نہیں دینی چاہیئے نہ ہی اس میں طلاق ہوتی ہے۔جب کہ اہل سنت والجماعت میں جمہور کا کہنا یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دینا بدعت ہے لیکن نافذ ہو جاتی ہے۔اسی طرح طلاق رجعی پر بحث کے دوران صاحب تفسیر احکام القرآن کے نزدیک طلاق رجعی میں شوہر جب چاہے رجوع کر سکتا ہے اس میں عورت کی رضامندی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔جب کہ شیرازی صاحب کے نزدیک عورت کی رضامندی کا ہونا ضروری ہے۔اسی طرح طلاق ثلاثہ پر بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صاحب تفسیر احکام القرآن اس بات کے قائل ہیں کہ تین طہر میں تین طلاقیں دینا طلاق حسن ہے اور اکٹھی تین طلاقیں دینا بدعت ہے لیکن لازم ہو جاتی ہیں۔جب کہ صاحب تفسیر نمونہ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دی جائیں۔ایک وقت میں دی جانے والی تین طلاقوں کو وہ ایک ہی طلاق تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اس سے صلح اور امن وامان کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔

اگران دونوں تفاسیر کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ احکام القرآن می استحسان کا اصول اپنایا گیا ہے کہ مسائل کو بیان کرتے ہوئے آسانی کو مد نظر رکھا گیا ہے جب کہ تفسیر نمونہ کے اصول سخت ہیں۔

Vol. 2 No.1 2019
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

حوالہ جات

---

[1]۔حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن آسامی الکتب والفنون، بغداد، داراحیاء التراث العربیہ، ۱/۱

[2]الطلاق ۶۵ :۱

[3]۔کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، احکام القرآن (تھانوی)، ادارۃ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیۃ لاہور، ۱۴۳۶ھ، ۱۷/۳۷۳

[4]شیرازی، ناصر مکارم، مولانا، تفسیرِ نمونہ، مترجم مولانا سید صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ۱۴۱۷ھ، ۱۴/۲۸

[5]تفسیرِ نمونہ، ۱۴/۲۸

[6]۔وسائل الشیعہ، کتاب الطلاق، باب اشراط صحۃ الطلاق وبطلان الطلاق فی الحیض والنفاس، حدیث ۴ (۲۷۹۱۳)۔وسائل الشیعہ میں ہر موضوع پر جتنی احادیث ہی سبک کے ابواب علیحدہ کئے گئے ہیں۔ حیض ونفاس میں طلاق نہیں ہوتی اس پر مبنی ۱۰ احادیث ہیں جو اس باب میں بیا کی گئی ہیں۔

[7]الطلاق ۶۵ :۲

[8]اکاندھلوی، مولانا ادریس، احکام القرآن، لاہور، ادارۃ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیۃ، ۱۴۳۶ھ، ۱۷/۳۸۲

[9]۔جصاص، ابو بکر، احکام القرآن، بیروت، ادارہ احیاء التراث العربی، ۵/۳۵۰

[10]تفسیرِ نمونہ، ۱۴/۳۹

[11]ایضاً

[12]۔وسائل الشیعہ، کتاب الطلاق، باب اشراطہ صحۃ الطلاق باشھاد شاھدین عدلین والا بطل وانۃ لا تجوز فیہ شہادۃ النساء، حدیث۹ (۲۷۹۳۵)

[13]۔عثمانی، ظفر احمد، مولانا، احکام القرآن، ، ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۴۱۸ھ، ج ۲/۱، ص ۴۷۷

[14]تفسیرِ نمونہ، ۲/۹۹

[15]البقرہ ۲ :۲۲۸

[16]۔احکام القرآن (تھانوی)، ج ۲/۱، ص ۴۸۰

[17]۔ایضاً، ج ۲/ ۱، ص ۴۷۰

[18]۔ایضاً، ص ۵۸۶

[19]۔تفسیر نمونہ، ۱/ ۵۳۳

[20]۔ایضاً، ص ۴۷۸

[21]۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب آو بعولتهن آهق بردهن، حدیث نمبر ۵۳۳۲

[22]الصنعانی، عبد الرزاق، مصنف، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ، حدیث نمبر ۱۱۳۴۴

[23]۔ أبو بکر بن أبي شیبۃ، الکتاب المصنف فی الحدیث والآثار، الریاض، مکتبہ الرشد، ۱۴۰۹ھ، باب من کرہ ان یطلق الرجل امراتہ ثلاثا، فیہ، حدیث نمبر ۱۸۸۹۶

[24]۔نسائی، سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث المجموعۃ ومافیہ، حدیث نمبر ۵۵۶۴

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 2 No.1 2019

[25] صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاثہ، حدیث ۱۴۷۲

[26]۔ شافعی، محمد ادریس، کتاب الام، باب جماع وجہ الطلاق، ۵/۱۹۳

[27]۔ احکام القرآن (تھانوی)، ۲/۱، ۴۷۹

[28]۔ جصاص، احکام القرآن، ۱/۸۰

[29]۔ احکام القرآن (تھانوی)، ج۲/۱، ص ۴۸۵

[30] تفسیرِ نمونہ، ۲/۹۹

[31] رسالۃ الاسلام شمارہ، سال ۱۱، ص۱۰۸ بحوالہ حاشیہ کنزالعرفان جلد ۲ ص ۱۷۲؛ تفسیرِ نمونہ، ۲/۱۰۰

[32]۔ احکام القرآن جصاص، ۱/۴۵۹ (احکام القرآن تھانوی، ۱/۲، ۴۷۹)

[33]۔ السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، بیروت، دارالمعرفہ، ۱۴۱۴ھ، ۶/۴ ؛احکام القرآن، ۱/۴۷۸

[34]۔ ظفر احمد عثمانی، ۱/۲، ۴۸۹

[35]۔۔ احکام القرآن، ۲/۱، ۴۸۰

[36] تفسیرِ نمونہ، ۱۴/۲۹